تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۲۲ تا ۲۸ فروری ۲۰۰۱ء (۲۷ ذی قعد تا ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ) مدیر : حافظ عاکف سعید

تنظیم اسلامی کے قیام کا مقصد

"ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اُسی کی اخلاقی و روحانی تکمیل اور فلاح و نجات 'دین کا اصل موضوع ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے۔

لہٰذا پیش نظر اجتماعیت کی نوعیت ایسی ہونی چاہیے کہ اس میں فرد کی دینی اور اخلاقی تربیت کا کماحقہ لحاظ رکھا جائے اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے کہ اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو' ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے' ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو' عبادات اور اتباع سنت سے ان کا شغف اور ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے' عملی زندگی میں حلال و حرام کے بارے میں ان کی حس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی بر تقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت و اشاعت اور اس کی نصرت و اقامت کے لئے ان کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے ان تمام امور کے لئے ذہنی اور علمی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عملی تربیت اور تاثیر صحبت کے اہتمام کی جانب خصوصی توجہ ناگزیر ہے۔

دعوت کے ضمن میں ہمارے نزدیک "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" کی روح اور "الاقرب فالاقرب" کی تدریج ضروری ہے۔ لہٰذا دعوت و اصلاح کے عمل کو فرد سے اولاً کنبہ اور خاندان اور پھر تدریجاً ماحول کی جانب بڑھنا چاہیے۔ اس ضمن میں نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام ناگزیر ہے۔

عامۃ الناس کو دین کی دعوت و تبلیغ کی جو ذمہ داری امت مسلمہ پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے' اس کے ضمن میں ہمارے نزدیک اہم ترین کام یہ ہے کہ جاہلیت قدیمہ کے باطل عقائد و رسوم اور دور جدید کے گمراہ کن افکار و نظریات کا مدلل ابطال کیا جائے اور حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کے لئے کتاب و سنت کی راہنمائی کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے' تاکہ ان کی اصلی حکمت اور عقلی قدر و قیمت واضح ہو اور وہ شبہات و شکوک رفع ہوں جو اس دور کے لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں"۔

(بحوالہ "قرارداد تاسیس" تنظیم اسلامی)

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2
☆ امیر تنظیم اسلامی کا خطاب جمعہ 3
☆ تجزیہ 5
☆ گوشہ خلافت 7
☆ مکتوب شکاگو 8
☆ دین و دانش 9
☆ کاروان خلافت 10
☆ *Quran on Jihad* 11
☆ متفرقات ✪

نائب مدیر :
فرقان دانش خان
معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ مرزا ندیم بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان
نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین
پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زر تعاون ۔/175 روپے

قیمت : 4 روپے

شمارہ : 7

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قلب' شہرلاہور میں گزشتہ اتوار بسنت کا تہوار کچھ اس انداز سے منایا گیا کہ جوش و خروش اور ہلڑ بازی کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اس سال یہ تہوار "جشن بہاراں" کے عنوان سے بھرپور سرکاری سرپرستی میں منایا گیا اور معترضین کی زبان بند کرنے کی خاطر اس خالص ہندوانہ تہوار کو محض ایک کلچرل اور ثقافتی معاملہ قرار دے کر الٹے سیدھے دلائل کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ اس تہوار کا ہندومت یا ہندو مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ـــــ بہرکیف اس بحث سے قطع نظر کہ اس تہوار کا ہندومت سے کوئی تعلق ہے یا نہیں' یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانانِ لاہور نے جس ڈھب سے اس تہوار کو منایا ہے اور جس طور اطوار کا اس روز مظاہرہ کیا گیا وہ علامہ اقبال کے اس الزامی شعر کی بھرپور توثیق کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اس سال بسنت کے دن قومی و ملی لحاظ سے ہماری بے حسی' بے حمیتی اور ڈھٹائی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ ہمارا طرز عمل جس تہذیب کی عکاسی کر رہا تھا اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں' ہاں ہر اعتبار سے اس میں ہندووانہ تہذیب و ثقافت کی اتنی بھرپور عکاسی موجود تھی کہ خود ہندو بھی اسے باندازِ رشک دیکھنے پر مجبور ہوئے ہوں گے۔ فور سٹار اور فائیو سٹار ہوٹلوں اور لاہور کے پوش علاقوں کی کوٹھیوں کی چھتوں پر وہی ناچ رنگ' وہی گانے بجانے' وہی بے پردگی اور عریانی پر مبنی مخلوط معاشرت' وہی بے حیائی کے شرمناک مظاہر' وہی شراب کا کھلے عام استعمال' آخر ہم نے کسر بھی کون سی چھوڑی تھی۔ یہ تو "خواص" کا حال تھا' ہمارے عوام کی ایک قابل ذکر اکثریت کا حال بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔ وہ بھی اسی تہذیب کی نقالی میں خود کو اسی رنگ میں رنگنے کی سرتوڑ کوشش میں سرگرم نظر آئے۔ ہم نے جس رنگ ڈھنگ سے اس تہوار کو منایا اس پر متعصب ہندو لیڈر بال ٹھاکرے نے بجا طور پر ہم پر وہ چوٹ لگائی کہ ہمارے بڑے بڑے حکومتی اہلکار اور زعماء تلملا اٹھے اور کھسیانے ہو کر لگے اس کی مذمت میں بے سروپا بیان جاری کرنے' لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے کی توفیق کم ہی افراد کو نصیب ہوئی۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ ہم نے فی الواقع اپنے طرزِ عمل سے دو قومی نظریئے کو غلط ثابت کر دکھایا تھا ـــــ حقیقت یہ ہے کہ اس بار بسنت کے روز ہم بحیثیت قوم' قرآن حکیم کی اس آیت کی عملی تصویر بنے ہوئے تھے جس میں غزوۂ احد کے حوالے سے منافقین کی باطنی کیفیت کا بھانڈا ان الفاظ میں پھوڑا گیا ہے کہ: "اس روز یہ لوگ ایمان کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب تھے"۔ (آل عمران : ۱۶۷)

اس معاملے کا ایک نہایت افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے مشاہدے کی حد تک یہ پہلا موقع تھا کہ اس سال بسنت کو باقاعدہ ایک قومی تہوار کی حیثیت سے منایا گیا۔ چنانچہ جس طرح عیدین کے موقع پر "عیدی" دینے لینے کا ایک تصور ہے اسی طرح بسنت کے حوالے سے "بسنتی" کے تصور کو متعارف کرایا گیا اور جس طرح عید بقرعید پر بچیاں اور خواتین اظہار مسرت کے طور پر مہندی لگاتی ہیں' اس بار بسنت کے موقع پر بھی مہندی کو ایک لازمی فیچر کے طور پر اختیار کرنے کی رسم ڈالی گئی ـــــ یوں مسلمانوں کے دو قومی تہواروں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ہم پلہ ایک ایسے تیسرے تہوار کے بھی باقاعدہ آغاز کا اعزاز مسلمانانِ لاہور کے حصے میں آیا جو سراسر ہندوانہ تہذیب کا آئینہ دار ہے ـــــ اللہ غضب کا مستحق بننے میں ہم نے آخر کسر کون سی چھوڑی ہے ـــــ !!!

ہمارے نزدیک تشویش کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ موجودہ حالات میں جبکہ داخلی طور پر ہم بحیثیت قوم معاشی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں' ہمارے عوام کی ایک بڑی تعداد بڑھتی ہوئی مہنگائی کے بوجھ تلے سسک رہی ہے اور ہمارا متوسط طبقہ بڑی تیزی سے "محروم طبقات" کی صفوں میں شامل ہو رہا ہے ـــــ اور بیرونی حالات بھی ہرگز سازگار و موافق نہیں کہ ہمارا پڑوسی ملک افغانستان اپنی تاریخ کے کٹھن ترین دور سے گزر رہا ہے' کشمیر میں ہمارے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو ہر طریقے سے وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے' ـــــ ہم ایک بے ہودہ تہوار کو منانے اور "جشن بہاراں" کے مزے لوٹنے کی خاطر کروڑہا روپے خرچ کرنے اور بے شمار بچوں اور نوجوانوں کی جانوں کا ضیاع برداشت کرنے میں کوئی دریغ محسوس نہیں کرتے! ـــــ ہماری نام نہاد "اپر کلاس" کا معاملہ جو جاگیرداروں' وڈیروں' صنعت کاروں' سرمایہ داروں اور بیوروکریٹس پر مشتمل ہے' قابل فہم ہے کہ دولت کا نشہ انسان کو اپنے گردوپیش سے غافل اور اسے اعلیٰ انسانی اقدار سے محروم کر دیتا ہے' لیکن مہنگائی کے ہاتھوں مجبور و مقہور عوام کی ایک بڑی تعداد کا اپنی بساط سے بڑھ کر ان خرافات میں حصہ لینا یقیناً ناقابل فہم اور لائق تشویش ہے۔ ہمارے سامنے سورۃ بنی اسرائیل کی وہ چونکا دینے والی آیت مبارکہ ہے جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے :

"اور جب ہم کسی بستی کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے خوش حال لوگوں (طبقہ امراء) کو کھلی چھوٹ دے دیتے ہیں۔ پس وہ اس بستی میں گناہوں اور سرکشی کا بازار گرم کر دیتے ہیں' یہاں تک کہ ہمارا قانون عذاب ان پر لاگو ہو جاتا ہے اور پھر ہم اس بستی (یعنی بستی والوں) کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں"۔ (آیت ۱۶)

کیا اس آیت مبارکہ کے بین السطور ہماری ہی نقشہ کشی موجود نہیں ہے؟ کیا اسی قسم کی صورت حال کے بارے میں کسی روشن ضمیر شاعر نے یہ نہیں کہا تھا کہ ؏ "یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری!" ○○

موجودہ حالات میں

جشن بہاراں منانا بے حسی اور بے حمیتی کا مظہر ہے

مسجد دار السلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۶/ فروری ۲۰۰۱ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج کل ہمارے ہاں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر بسنت کا تہوار منانے کی تیاریاں عروج پر ہیں جسے "جشن بہاراں" کا عنوان دے دیا گیا ہے۔ مجھے آج اسی حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے۔ سورۂ لقمان کی آیات ۶ تا ۹ میں ایسی صورت حال کے ضمن میں ہمارے لئے خصوصی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے' تاکہ بچلادیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہراویں اس کو ہنسی مذاق۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ذلت بھرا عذاب ہے۔ اور جب سنائی جاتی ہیں اس کو ہماری آیات تو وہ تکبر سے پیٹھ موڑ لیتا ہے گویا سنا ہی نہیں اور جیسے وہ دونوں کانوں سے بہرا ہے۔ پس خوشخبری دے دیجئے اس کو دردناک عذاب کی۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے ہیں جنت کے باغات' جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے"۔

ان آیات کے بین السطور دراصل قرآن حکیم کا فلسفہ تاریخ بیان کیا گیا ہے' یعنی حضرت آدمؑ سے اب تک اور اب سے قیامِ قیامت تک خیر اور باطل میں جو کشاکش رہی ہے' اس کا یہاں ذکر ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حق و باطل کی یہ کشمکش ہر دور میں رہی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ اس کا پس منظر قرآن حکیم میں کئی مقامات پر بیان ہوا ہے کہ جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو خلعت خلافت عطا کی تو شیطان نے حسد کی آگ میں جل کر چیلنج کیا کہ میں انسان کو ہر طریقے سے گمراہ کروں گا۔ اس کے بعد سے یہ کشاکش چل رہی ہے۔

شیطان کے پاس انسانوں کو گمراہ کرنے کا سب سے بڑا ہتھکنڈہ "شرک" ہے جس میں اس نے انسانوں کی عظیم اکثریت کو مبتلا کر کے چھوڑا۔ شرک وہ گناہ ہے جس کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو کسی صورت معاف نہیں فرمائیں گے۔ شیطان کا دوسرا بڑا ہتھکنڈہ "لہو الحدیث" یعنی نئی نئی باتوں اور کھیلوں کا ایجاد کرنا ہے تاکہ انسان ان تفریحات میں مگن ہو کر اپنے آپ سے غافل ہو جائے۔ دراصل انسان اگر اپنے آپ پر' کائنات کے حقائق پر غور و فکر کر لے تو حق اس پر منکشف ہو جاتا ہے۔ بقول اقبال ؏

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

لہٰذا شیطان نے یہ چال چلی کہ انسان اپنے جبلی تقاضوں کو پورا کرنے میں لگا رہے اور جو باقی وقت بچے اس میں اسے مختلف ذریعوں سے مست رکھا جائے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر انسان نے شعور اور فکر کی وادی میں قدم رکھ لیا تو اس کے تار و پود کا جال بکھر کر رہ جائے گا۔ اس شیطانی جال کے باعث ہی انسانوں کا یہ حال ہے کہ کوئی حال مست ہے تو کوئی مال مست' کوئی کھیل کود میں مست ہے تو کوئی شراب اور نشے میں مست۔ کسی شاعر نے اس صورت حال کی کیا خوب عکاسی کی ہے ؎

میں مے کدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا
ورنہ سفر حیات کا بے حد طویل تھا

انسان کو اللہ نے سب سے بڑی شے "خودی" عطا کی ہے لیکن یہ شیطان کے چنگل میں آ کر بے خود رہنا چاہتا ہے۔ بہرحال اس بے خودی میں مبتلا رہنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان صراط مستقیم سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ سورۃ الملک میں ارشاد ربانی ہے :

"بھلا غور تو کرو وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا جو پیٹ کے بل گھسٹ رہا ہے یا وہ کہ جو سیدھا کھڑا صراط مستقیم پر گامزن ہے"۔

ایسا انسان جو محض پیٹ کی ضروریات اور حیوانی جبلت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے زندگی گزارتا ہے' حقیقت یہ ہے کہ وہ زندگی کو بسر نہیں کرتا بلکہ زندگی اسے بسر کرتی ہے۔

سورۂ لقمان کی مذکورہ بالا آیات کا ایک خاص پس منظر بھی تھا۔ مکی دور میں جب آنحضرت ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں قرآن لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا تو کچھ دشمنانِ اسلام' ملک شام سے گانے والیاں اور قصہ سنانے والے افراد لے کر آئے۔ وہ لوگوں کو بلاتے کہ کہاں قرآن کی طرف جا رہے ہو' ادھر آؤ' گانے اور قصے سے دل بہلاؤ۔ آج لوگوں کو مست رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ٹیلی ویژن ہے۔ مغربی دنیا بھی آج چیخ اٹھی ہے کہ ٹی وی نے ہماری نسلیں تباہ کر دی ہیں۔ آج انسان کو مست رکھنے کا دوسرا بڑا شیطانی ہتھیار انٹرنیٹ ہے جو عریانی و فحاشی پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ہمارے ہاں لوگوں کو مست رکھنے کا ایک بڑا ذریعہ سپورٹس اور موجودہ کھیل ہیں جن میں وقت کا بے پناہ ضیاع ہوتا ہے۔ بسنت میلہ بھی اسی قبیل کی شے ہے جو سرکاری سرپرستی میں منایا جا رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابقہ حکمرانوں کی طرح موجودہ فوجی حکومت کی حیثیت بھی آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور نیو ورلڈ آرڈر کے آلہ کار سے زیادہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نہایت بے رحمی کے ساتھ عوام کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑنے پر تلی ہوئی ہے۔ پرویز مشرف بھی نواز شریف اور بے نظیر کی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرق کو ختم کرنے کے اسلام دشمن ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک طرف ملک میں پانچ سپورٹس اکیڈمیوں کے قیام جیسی فضول خرچیاں کر کے گویا عوام کے بنیادی مسائل سے لاتعلقی کا اظہار کیا جا رہا ہے جو عالمی مالیاتی استعمار کے ایجنڈے پر عمل کا مظہر ہے۔ دوسری طرف ہندوانہ تہوار بسنت کو سرکاری سطح پر منا کر مشترکہ ہندو مسلم کلچر کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ بسنت کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم مسلمان ہیں۔ پوری دنیا کے مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ کشمیر میں ہندو ہماری ماؤں بہنوں کو وحشت و بربریت کا نشانہ بنا رہا ہے۔ ہمارے پڑوس افغانستان میں اقوام متحدہ کی ظالمانہ پابندیوں کے باعث لوگ سخت فاقے سے مر رہے ہیں۔ خود پاکستان نہ صرف یہ کہ معاشی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے بلکہ یہاں شدید قسم کی خشک سالی کے مہیب سائے مسلط ہیں۔ ان حالات

میں جشن بہاراں انتہائی بے غیرتی ہے۔ میں پاکستانی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس جشن کی تقریبات میں شریک نہ ہوں اور اپنے بچوں کو بھی اس سے منع کریں۔

حالات حاضرہ

موجودہ حکومت کی پالیسیوں سے واضح ہو گیا ہے کہ وہ عوام کو کھیل کود اور لایعنی تفریحات میں مست رکھ کر صیہونیت کے عزائم یعنی دجالی فتنے کے تقاضے پورا کر رہی ہے۔ دجالی فتنے کا پہلا وار عوامی حاکمیت کا تصور تھا جبکہ دوسرا وار سودی بینکنگ کے ذریعے نوع انسانی کا خون نچوڑ کر انہیں یہودیوں کا غلام بنانا تھا۔ اس فتنے کا آخری وار عورت کو گھر سے نکال کر چوراہے میں لے آنا ہے تاکہ خاندانی نظام تباہ و برباد ہو جائے اور انسانوں کو شرف انسانیت سے محروم کر کے انہیں محض اپنا غلام بنانے کی یہودی سازش کامیاب ہو سکے۔ موجودہ حکومت سوشل انجینئرنگ کے اس یہودی پروگرام پر پوری طرح عمل پیرا ہے۔ بلدیاتی انتخابات میں خواتین کی ۳۰ فیصد نمائندگی اور شاہین عتیق الرحمٰن کا خواتین کو پردہ ترک کر کے مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی نصیحت اسی پالیسی کی آئینہ دار ہے۔ اسی طرح موجودہ حکومت نے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے جہادی کلچر کے خلاف بھی جہاد شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا ان حالات میں موجودہ حکومت سے خیر کی کوئی توقع نہیں رہی۔

افغانستان پر ناروا پابندیوں کے حوالے سے اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ مغرب کی افغانستان سے دشمنی کی وجہ صرف اسلام ہے۔ تاہم ڈاکٹر سلطان بشیر الدین کے اس خیال کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی نظر افغانستان میں موجود تیل' گیس اور لوہے کے معدنی خزانوں پر ہے۔ بہرحال ہمیں اپنے افغان بھائیوں کی ہر ممکن مدد کرنی چاہئے اور اپنے گھر میں موجود ضرورت سے زائد ہر شے مثلاً کپڑے' اجناس اور دوائیاں وغیرہ وہاں بھجوا دینی چاہئیں۔ اسی طرح نقد رقوم سے ان کی مدد کے علاوہ اس سال ایک سے زائد قربانی کرنے والے خاندانوں کو اپنی اضافی قربانی وہیں کرنی چاہئے۔

افغانستان کے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کا سنہری موقع

عیدالاضحیٰ پر قربانی افغانستان میں کی جائے

تاکہ ایک جانب افغان بھائیوں کو اپنے مویشیوں کی مناسب قیمت مل جائے اور دوسری طرف گوشت اور کھالوں کا بہترین استعمال ہو جائے ـــ بالخصوص جو حضرات ایک سے زائد قربانیاں دیتے ہیں وہ ایک قربانی اپنے گھر کے لیے رکھ کر باقی سب کے لئے پیسے حسب ذیل حساب سے جمع کرا دیں:

گائے میں ایک حصہ کی مالیت 1200/-

درمیانی درجہ کے بکرے یا دنبے کی مالیت 2500/-

رقم' زیادہ سے زیادہ 2 مارچ کی شام تک خواہ خود براہ راست افغانستان کے سفارتخانے کو پہنچا دی جائے جس کا پتہ یہ ہے: مکان نمبر 8 گلی نمبر 90 سیکٹر G-6/3 اسلام آباد (فون:051-2824505)

یا ـــ لاہور میں ان کے نمائندے مولانا مطیع اللہ انعام صاحب کے حوالے کر دی جائے' جن کا پتہ درج ذیل ہے:

مکان نمبر 219۔ سرور شہید روڈ' نزد سی ایم ایچ' لاہور کینٹ (فون:0300 -946770)

یا ـــ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے دفتر واقع 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون:03-5869501)'

یا ـــ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی واقع 67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور (فون 6316638)'

یا ـــ دفتر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور 4۔ اے مزنگ روڈ' لاہور (فون: 7311668) میں جمع کرا دی جائے

الداعی الی الخیر

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی ـــ داعی تحریک خلافت پاکستان
و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مسلم لیگ ۔ نواب وقار الملک سے نواز شریف تک

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

انیسویں صدی کے اواخر تک یورپ میں جمہوریت وباء کی طرح پھیلنی شروع ہو چکی تھی۔ ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر بھی اس کے اثرات مرتب ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ۱۸۸۰ء میں ہندوستان میں کانگریس کی ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے بنیاد ڈالی جا چکی تھی۔ کانگریس ظاہری طور پر ہندوستان کی تمام قوموں کی بلالحاظ مذہب نمائندہ تھی لیکن درحقیقت وہ ایک ہندو جماعت تھی اور ہندوؤں کے مفادات کی محافظ بن کر سامنے آئی۔ اس فرق کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں نے ایک ایسی سیاسی جماعت کو اپنے لئے ناگزیر سمجھا جو ان کی حقیقی نمائندہ ہو اور ان کے مفادات کا بہتر طور پر تحفظ کر سکے۔ لہذا ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی لیکن مسلم لیگ عوامی سطح پر کوئی فعال جماعت نہ بن سکی۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ عام مسلمان کی حالت یہ تھی کہ ۸۰ فی صد سے زائد اس حال میں تھے کہ صبح کو اگر کچھ میسر آ گیا تو رات کا فاقہ رہا لہذا اس حال میں کسی قوم کا سیاسی شعور حاصل کرنا ناممکن تو نہیں انتہائی مشکل ضرور ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمانوں کی اکثریت سیاسی لیڈروں کی بجائے علمائے کرام اور پیروں فقیروں کی پیروی کرتی تھی۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی عبرت ناک شکست اسی طرز عمل کا نتیجہ تھی۔ ہندوستان کے تمام گیارہ صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوگئی۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی کامیابی نے پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کی' اگر چہ یہ بات بالکل درست ہے لیکن ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی بدترین شکست اور کانگریس کی واضح فتح نے بھی مسلمانان ہند کو اپنے لئے ایک الگ خطہ ارضی حاصل کرنے کی راہ دکھائی۔ اس لئے کہ صوبوں میں حکومتیں بنا کر کانگریس خود کو فاتح اور مسلمانوں کو مفتوح سمجھنے لگی تھی۔ اس کا اصل چہرہ بے نقاب ہو گیا اور وہ اپنے تعصب پر مزید پردہ نہ ڈال سکی اور مسلمانوں پر زیادتیاں کرنی شروع کر دیں۔ ہندو اپنے تئیں مسلمانوں سے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکانے کی منصوبہ بندی کرنے لگے لیکن وہ یہ بھول گئے کہ بادشاہت کا دور ختم ہو چکا ہے اور زمانہ جمہوری کروٹ لے چکا ہے۔ مسلمانوں نے ان کے اس رویے کو بری طرح محسوس کیا اور مسلم لیگ کو اپنی سیاسی پناہ گاہ سمجھنا شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے اسے ایک ایسا قائد مل چکا تھا جو اپنی قوم سے مخلص تھا۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھا۔ اس نے کانگریس میں رہ کر ہندو کو قریب سے دیکھا ہوا تھا۔ وہ زمینی حقائق اور قانونی موشگافیوں سے اچھی طرح واقف تھا' لہذا اس نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے مسلمانوں کو جمع کرنا اور منظم کرنا شروع کر دیا۔ اس کی قیادت

ابوالحسن

میں مسلم لیگ نے دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ وہ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اس دعویٰ کی کانگریس اور مسلمانوں کی مذہبی جماعتوں نے پرزور نفی کی۔

اگلا یعنی ۱۹۴۶ء کا انتخاب اسی ایشو پر لڑا گیا کہ مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت کون سی ہے۔ ان ہی انتخابات میں کانگریس سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ اس نے انتخابات کے حوالے سے جو منشور جاری کیا اس میں واضح طور پر کہا گیا کہ کانگریس برسر اقتدار آ کر ہندوستان میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دے گی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان جاگیردار فوری طور پر مسلم لیگ میں شامل ہو گیا اور اس نے ۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی میں اہم رول ادا کیا۔ لیکن وقتی طور نقصان پہنچانے والا کانگریس کا یہ قدم بعد ازاں آزاد بھارت کے لئے نعمت ثابت ہوا اور جاگیرداری کی لعنت پاکستان پر ایسے مسلط ہوئی کہ آج تک اس سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو سکا۔ قائداعظم قیام پاکستان کے بعد صرف تیرہ ماہ زندہ رہے' لہذا یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ آیا تحریک پاکستان کو زوردار انداز میں چلانے والی مسلم لیگ آزادی کے بعد کے تقاضوں کو سمجھنے میں ناکام رہی اور ایک اچھی قومی سیاسی جماعت ثابت نہ ہوئی' یا مفاد پرستوں کو قائد کی زندگی میں ریشہ دوانیوں کا موقع ہاتھ نہ لگا تو بعد ازاں انہوں نے اپنی ساری توانائیاں اقتدار کے ذریعے دولت اور دولت کے ذریعے اقتدار حاصل کرنے میں لگا دیں۔ بہر حال آزادی سے قبل اور بعد کی مسلم لیگ میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کسی خوبرو چہرے کے بری طرح جھلس جانے اور جھلسنے سے پہلے کا ہوتا ہے۔

قیام پاکستان کے فوری بعد مسلم لیگ کا مفاد پرست طبقہ قائداعظم کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھنے لگا جس کا اظہار خود قائداعظم نے زیارت میں اپنی ہمشیرہ فاطمہ جناح سے کیا تھا۔ قائداعظم کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلم لیگ کے قبضہ گروپ نے اپنی کارروائیاں شروع کر دیں اور مسلم لیگ ایک بار پھر ۱۹۳۷ء سے پہلے کی طرح ڈرائنگ روم کی جماعت بن کر رہ گئی۔ اس کا عوام سے رابطہ ختم ہو گیا بلکہ اب سیاسی جوڑ توڑ صوبوں کے گورنر ہاؤس اور سرکاری سیکرٹریٹ میں ہونے شروع ہو گئے۔ پھر پاکستان میں ایسے ایسے سیاسی تماشے ہوئے کہ سیاسی ماہرین اور تجزیہ نگار حیران پریشان منہ تکتے رہ جاتے تھے۔

مسلم لیگ کا عوامی رابطہ ختم ہونے کا پہلا نتیجہ ۱۹۵۴ء میں نکلا جب جگتو فرنٹ نے مشرقی پاکستان سے مسلم لیگ کا صفایا کر دیا۔ لیکن مسلم لیگ اس ٹھوکر سے بھی نہ سنبھل سکی۔ سیاسی جوڑ توڑ جاری رہے۔ محلات کی غلام گردشوں میں سازشیں جنم لیتی رہیں اور اقتدار و اختیار کے بت کی پرستش پورے زور و شور سے جاری رہی۔ مسلم لیگیوں نے اس طرح کی شعبدہ بازی بھی کی کہ راتوں رات وفاداریاں تبدیل کرتے' مسلم لیگ سے ری پبلکن پارٹی کا روپ دھار لیتے' تا آنکہ ۱۹۵۸ء میں فوج نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور تمام سیاسی جماعتیں ختم کر دیں۔ لیکن جب ایوب خان نے محسوس کیا کہ سیاسی جماعتوں کے بغیر طویل عرصہ تک حکومت کرنا ممکن نہیں تو سیاسی جماعتوں پر عائد پابندی ختم کر دی گئی۔ خود مسلم لیگیوں نے ایوب خان کو مسلم لیگ پر قبضہ کرنے کا مشورہ دیا۔ لہذا مسلم لیگ کا ایک کنونشن منعقد کیا گیا جس میں مسلم لیگیوں کی اکثریت نے اچھے بچوں کی طرح ایوب خان کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ چند مسلم لیگیوں نے الگ کونسل کا اجلاس بلا کر ایوب خان کو تسلیم کرنے سے انکار کیا لہذا مسلم لیگ' کنونشن مسلم لیگ اور کونسل مسلم لیگ میں تقسیم ہو گئی۔ جب تک ایوب خان کا طوطی بولتا رہا کنونشن مسلم لیگ ناقابل شکست اور مضبوط جماعت محسوس ہوتی تھی لیکن ایوب خان کے اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی کنونشن مسلم لیگ کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔ اس دور میں مسلم لیگ میں ایسے ایسے سیاسی دانشور بھی رہے جنہوں نے ایوب خان کو مشورہ دیا کہ ہر ضلع کے ڈی سی اور ایس پی کو مسلم لیگ کا عہدہ دار بنا دیا جائے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے نئی جماعت بنائی تو سب سے زیادہ مسلم لیگیوں نے

آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور اکثر و بیشتر پی پی میں شامل ہو گئے اور مسلم لیگ نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔

ضیاء الحق نے جب سیاسی لبادہ اوڑھا تو انہوں نے پی پی پی کے خوف سے غیر جماعتی انتخابات کا ڈول ڈالا۔ اور جس طرح تھیٹر کا جادوگر ایک خالی رومال کو مٹھی میں بند کر کے جب مٹھی کھولتا ہے تو ایک اڑنے والا کبوتر برآمد ہوتا ہے اسی طرح غیر جماعتی اسمبلی سے مسلم لیگ برآمد ہو گئی۔ یس سر کہہ کر جرنیل کو سیلوٹ مارنے والی مسلم لیگ نے غیبی اشارے پر جونیجو کو اپنا قائد بنا لیا لیکن یہ مسلم لیگ کچھ دیر مرکز تک محدود رہی۔ پی پی پی نے غیر جماعتی انتخابات کا بائیکاٹ کیا تو نئے چہرے سیاست میں متعارف ہوئے۔ خصوصاً شریف فیملی نے پنجاب میں سیاسی رابطوں کا بڑے زوردار انداز میں آغاز کیا لیکن یہ فیملی پنجاب میں پی پی پی کی عوامی طاقت سے بری طرح خوفزدہ تھی لہٰذا ١٠ اپریل ٨٦ء کو جب بے نظیر جلاوطنی ختم کر کے لاہور آئی تو اس کے فقید المثال استقبال نے شریف فیملی کو تذبذب میں ڈال دیا کہ آیا وہ ضیاء الحق کی مسلم لیگ کا حصہ بنیں یا عوامی حمایت کی حامل بے نظیر کا۔ اس موقع پر پی پی پی کو پندرہ لاکھ کا چندہ بھی دیا گیا لیکن ضیاء الحق نے ڈنڈے کے زور پر انہیں مسلم لیگ میں شامل کرا لیا۔ البتہ اس کے بعد مسلم لیگ کی تاریخ نے ایک بار پھر کروٹ لی اور میاں نواز شریف نے رات دن کی محنت سے مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنایا۔

مسلم لیگ کے عوامی جماعت بننے میں جہاں میاں نواز شریف کی کوشش کا بڑا حصہ تھا وہاں بے نظیر کی حماقتوں نے بھی عوام کو مسلم لیگ کی طرف دھکیل دیا۔ لیکن جب میاں نواز شریف اقتدار میں آئے تو وہ اسے مسلم لیگ کی نہیں بلکہ ذاتی کامیابی قرار دیتے تھے لہٰذا انہوں نے خود کو ایسے شیشہ گھر میں محصور کر لیا جس میں وہ ہر طرف اور ہر سو خود ہی کو دیکھ پاتے تھے لہٰذا انہوں نے صدر کو بے اختیار کر دیا' پارلیمنٹ کو ربڑ سٹمپ بنا دیا' عدلیہ کو ذلیل و رسوا کر دیا اور اسی زعم میں فوج سے جا ٹکرائے' لہٰذا اٹک میں بند کر دیئے گئے۔ لیکن چونکہ دوسرے مسلم لیگیوں کی طرح وہ بھی صرف اقتدار کے سیاست دان تھے لہٰذا سیاسی ہجولیوں کو منجدھار کے بیچ چھوڑ کر مکے مدینے کوچ کر گئے۔ فوج جو بالائی قوتوں کی زور آوری کی وجہ سے نواز شریف کو چھوڑنے پر مجبور ہوئی تھی' اسے نواز شریف کی پائی پوی مسلم لیگ سے نواز شریف کے دشمن آسانی سے دستیاب ہو گئے اور اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ قارئین اخبارات میں پڑھ رہے ہیں۔

مسلم لیگ (ن) اب مزید تقسیم ہو کر مسلم لیگ لاہور اور مسلم لیگ گجراتی بنے گی۔ آزادی کے بعد سے مسلم لیگ ایک کیک کی مانند ہے جس پر بڑی محبت سے اقتدار کی چھری چلتی رہی اور فوجی قیادت ہر پانچویں ساتویں سال پپی برتھ ڈے ٹو یو کہتی رہی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسمبلیوں کی بحالی کا امکان مسلم لیگ کے مزید کتنے ٹکڑے کرتا ہے۔

ایک کالم نویس نے چیلنج دیا ہے کہ جو شخص ١٩٤٧ء سے لے کر آج تک مسلم لیگ کے ہونے والے ٹکڑوں کی تعداد اور ان کے نام زبانی یادداشت کی بناء پر بتا دے گا وہ اسے منہ مانگا انعام دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اور پاکستان کی بانی جماعت کی حالت میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ دونوں کا والی وارث کوئی نہیں۔ دونوں کو اپنی منزل معلوم نہیں اور دونوں اپنی سالمیت قائم نہیں رکھ سکے۔ اے اللہ! مسلم لیگ اگر پاکستان کی حفاظت نہیں کر سکتی تو پاکستان کی حفاظت کرنے والی کوئی اور جماعت پیدا کر دے۔ ہمیں اسلامی فلاحی ریاست پاکستان درکار ہے' چاہے وہ مسلم لیگ کے ذریعے قایم ہو یا مسلم لیگ کے دشمنوں کے ہاتھوں۔

بقیہ : دین ودانش

کو یہ غلط فہمی لاحق ہے کہ اگر ہم کسی متقی شخص کے ساتھ اپنے آپ کو بیعت ارشاد کے ذریعے وابستہ کر لیں تو اس حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے! مذکور حدیث میں بیعت سے مراد وہ بیعت ہے جو امت کی مجموعی ہیئت سے تعلق رکھتی ہے' اور اس کی صرف دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ کم از کم شرائط پوری کرنے والی اسلامی ریاست یا نظامِ خلافت قائم ہو تو خلیفۃ المسلمین یا امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی' اگر ایسا نہیں ہے تو مسلمانوں پر ایسی ریاست اور ایسا نظام بالفعل قائم کرنے کے لئے کوشش فرض ہو جاتی ہے' اور اس جدوجہد کے لئے جو حزب اللہ قائم ہوگی اس کے امیر سے بیعت کی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ نظام خلافت آسانی سے قائم ہو جانے والی شے تو نہیں ہے' بلکہ اس کے لئے ہمیں جدوجہد کرنا پڑے گی اور بڑی بڑی قربانیاں دینا پڑیں گی۔ اپنا وقت' صلاحیتیں اور وسائل کھپانے پڑیں گے۔ دنیا میں کوئی بھی بڑا کام اجتماعی جدوجہد کے بغیر نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگر اسلامی ریاست قائم نہیں ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے قائم کرنے کے لئے کوشش کریں' اور یہ کوشش ایک مضبوط اور منظم جماعت ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے نہ کہ انفرادی طور پر۔ اور ایک مضبوط اور منظم جماعت صرف بیعت ہی کے اصول کو اختیار کر کے وجود میں لائی جا سکتی ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی ایسی صورت ہے جس میں ایک مسلمان کو بیعت کے بغیر زندگی گزارنے کی اجازت ہے۔ یعنی فتنے اور فساد کی وہ کیفیت جس میں کسی کو کسی کا ہوش نہ ہو' کسی کو معلوم نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے' ایسے میں کس کا ساتھ دینا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ فتنہ وفساد کے عہد میں رہ رہے ہیں' اور اس لئے بیعت سے مستثنیٰ ہیں تو جان لیجئے کہ ایسی حالت میں آپ کے لئے جائز نہیں کہ کسی مہذب معاشرے میں رہیں' بلکہ ضروری ہے کہ آپ ہر شے کو چھوڑ کر کسی جنگل میں جا بسیں۔ لیکن اگر آپ ایک نارمل زندگی گزار رہے ہیں' شہری زندگی اور ٹیکنالوجی کے تمام فوائد اور سہولتوں سے مستفید ہو رہے ہیں اور پھر بھی آپ کا خیال ہے کہ فتنہ وفساد کی وجہ سے آپ کو بیعت سے استثناء مل گیا ہے تو یہ خیال محض خود فریبی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت دے کہ ہم حق کو اختیار کریں خواہ وہ کسی جگہ سے ملے' اور ہمیں توفیق دے کہ ہم مسلمان جئیں اور مسلمان مریں۔ اور توفیق دے کہ ہم وہ کام کریں جو اسے پسند ہوں۔ آمین!

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ کی تالیف

ایجاد وابداعِ عالم سے عالمی نظامِ خلافت تک

تنزل اور اِرتقاء کے مراحل

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 3-5869501 فیکس : 5834000

نظام زکوٰۃ کی حقیقت

ڈاکٹر اسرار احمد

زکوٰۃ اصل میں ہے کیا؟ زکوٰۃ کے بارے میں حدیث رسولؐ میں ہے:

"تؤخذ من اغنیاءھم وترد علی فقرائھم"

"زکوٰۃ ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور انہی کے فقراء میں تقسیم کردی جائے گی"۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ غنی سے مراد ارب پتی نہیں ہے' نہ ہی فقیر سے مراد اس قدر بھوکا ہے کہ فاقے آرہے ہوں بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک واضح خط کھینچ دیا گیا ہے۔ اگر آپ کے پاس سات تولے سونا یا باون تولے چاندی کی ملکیت ہے تو آپ معطی (doners) میں شامل ہیں۔ گویا آپ غنی ہیں۔ لیکن اگر اس مالیت کے مالک نہیں ہیں تو آپ عطیہ لینے کے حقدار (recipient) ہیں۔ اس طرح دینے والے اور لینے کے حقدار کے درمیان ایک فصیل کھینچ دی گئی ہے۔

اس موقع پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس زکوٰۃ کے نظام پر بہت بڑا ظلم ہمارے مرحوم صدر ضیاء الحق نے کیا ہے۔ زکوٰۃ آرڈی ننس اور زکوٰۃ کے نظام کو خالص اپنے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک منظم بھیک کا نظام وجود میں آگیا۔ زکوٰۃ کا اصل نظام کفالت عامہ کیلئے ہے۔ اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کی بنیادی ضروریات کی ذمہ داری قبول کرنے پڑے گی۔ ہمارے ہاں کسی زمانے میں روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ یہ نعرہ غیر اسلامی ہرگز نہیں تھا۔ یہ بالکل دوسری بات ہے کہ نعرہ لگانے والے جاگیردار تھے۔ ان جاگیرداروں نے اپنے وقتی سیاسی مقاصد کیلئے اس نعرے کو استعمال کیا۔ ان میں کسی کی نیت کچھ کر گزرنے کی نہ تھی ورنہ ضرور کچھ نہ کچھ عملی اقدامات کئے جاتے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ زکوٰۃ کے نظام کے ساتھ جو کچھ ضیاء الحق مرحوم نے کیا ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اس شخص نے زکوٰۃ کے نظام کو بدنام کیا ہے۔ ضیاء الحق کا ظلم یہ ہے کہ "Fixed deposit" کے اندر سود کا ایک حصہ لے کر اسے زکوٰۃ کا نام دے دیا گیا۔ جبکہ زکوٰۃ کا اصل نظام نافذ ہی نہیں کیا گیا۔

زکوٰۃ کا اصل نظام

زکوٰۃ کا اصل نظام ہے کیا؟ وہ نظام یہ ہے کہ تمام اموالِ تجارت پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نافذ کی جائے گی۔ فرض کیجئے کہ آپ کی دوکان میں پانچ لاکھ کا مال پڑا ہوا ہے۔ آپ سے اڑھائی فیصد کے حساب سے لیا جائے گا۔ اس طرح آپ کی انکم (ٹیکس) سے کوئی بحث سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ انکم تو کجا گزشتہ سال چھ لاکھ کا مال رہا ہو اور اس سال پانچ لاکھ کا رہ گیا ہو۔ زکوٰۃ ایک لاکھ کے خسارے کے بعد بھی دینی ہوگی۔ جب تک کوئی شخص صاحب نصاب ہے اسے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ اگر کوئی نصاب سے نیچے ہے تو اب اس کا شمار لینے والوں میں ہو جائے گا۔ آپ کے پاس جتنا بھی مال تجارت گودام میں یا دوکان میں ہے آپ کو اس کا اڑھائی فیصد دینا ہوگا۔ اگر کوئی کارخانہ ہے تو مشنری' زمین اور عمارت مستثنیٰ ہوں گے۔ اسکے علاوہ جتنا بھی خام مال اور تیار شدہ مال موجود ہے اس سب پر زکوٰۃ نافذ ہوگی۔ زکوٰۃ کے نظام کو اگر اس کی اصل روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے تو سکینڈے نیوین ممالک سے کہیں بہتر ویلفیئر کا نظام لیا جا سکتا ہے۔ اس ویلفیئر کے نظام کا فائدہ یہ ہوگا کہ دولت گردش میں آئے گی۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر عوام کی قوت خرید میں اضافہ ہوگا تو اس سے کاروبار میں تیزی آئیگی۔ اس طرح اس کی برکات پھیل کر پورے معاشرے میں پھیل جائیں گی اور پورے معاشرے میں خوشحالی آئے گی۔ اس خوشحالی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ بھی معاشرے کا جزو ہونے کی وجہ سے مستفید ہوں گے اور آپ کو Feed back بھی مل جائے گا۔

زکوٰۃ کے نظام کے حوالے سے ایک بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ مال کی دو اقسام ہیں بالکل اسی طرح جیسے زمین کی دو اقسام ہیں۔ مال کی دو اقسام یہ ہیں (۱) اموالِ ظاہرہ اور (۲) اموالِ باطنہ۔ مال کی ان دونوں اقسام کو سمجھنے سے تاریخ اسلام کے اس واقعہ کی حقیقت بھی سمجھ میں آجائے گی کہ خلافت راشدہ کے دور میں لوگ زکوٰۃ لئے پھرتے تھے مگر زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ خلافت راشدہ میں زکوٰۃ تو بیت المال وصول کرتا تھا یہ زکوٰۃ لے کر پھرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس سوال کا جواب اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ کی تقسیم سمجھنے سے واضح ہو جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ اموالِ ظاہرہ یعنی وہ مال جو مخفی نہیں ہے مثلاً سامان تجارت جو دوکان یا گودام میں موجود ہے۔ اس مال کو جیب میں یا تکیہ کے نیچے رکھ کر چھپایا تو نہیں جا سکتا۔ اسی طرح مویشیوں کے گلے ہیں ان کی گنتی بھی بآسانی ممکن ہے۔ اسی طرح کارخانے میں جن کی مصنوعات آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اتنا ہی دھاگہ ہے' اتنا ہی کپڑا ہے' اتنی ہی روئی ہے' چنانچہ یہ اور اسی طرح کے تمام اموالِ ظاہرہ پر نظام خلافت میں زکوٰۃ عائد کی جائے گی اور جبراً بھی وصول کی جائے گی کیونکہ نظام خلافت کے تحت ہر انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کی کفالت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے زکوٰۃ جبراً بھی وصول کی جائے گی۔ یہ جبری وصولی اموالِ ظاہرہ سے ہی کی جائے گی۔ اور ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا۔

لیکن اموال کی دوسری قسم "اموالِ باطنہ" جیسے کہ وہ نقدی یا زیور جو آپ نے اپنے گھر میں آڑے وقت کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ ان کی تلاشی نہیں لی جائے گی نہ ان اموال کی زکوٰۃ جبراً وصول کی جائے گی۔ یہ آپ کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ اس میں آپ کو یہ آزادی حاصل ہے کہ چاہیں تو زکوٰۃ ریاست کو دے دیں چاہیں تو اپنے طور پر دے دیں۔ یہی اموالِ باطنہ تھے کہ جن کی زکوٰۃ لوگ لے کر پھرتے تھے لیکن کوئی قبول کرنے والا نہیں ملتا تھا۔

نظام زکوٰۃ کا ایک اور امتیاز

نوٹ کر لیجئے کہ سکینڈے نیوین ممالک کا سوشلزم یا ویلفیئر کا نظام زیادہ عرصہ نہیں چل سکتا۔ میں نے کئی سال پہلے یہ بات کہی تھی کہ ویلفیئر کی اتنی بلند سطح برقرار رکھنا مشکل ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرے میں وہ طبقہ پیدا ہو جائے گا اور بڑھتا جائے گا جو کام کئے بغیر اس ویلفیئر نظام ہی سے استفادے کو کافی سمجھ لے گا اور حکومت کے اس نظام سے استفادے کو اپنا حق سمجھنے کی وجہ سے کسی بھی الاؤنس کی وصولی میں اسے اپنی خودداری بھی مجروح ہوتی ہوئی محسوس نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں اب ایسے لوگ بکثرت ہو گئے ہیں جن کو حکومت روزگار دلاتی ہے لیکن وہ جلد از جلد بے روزگار ہو کر بے روزگاری الاؤنس وصول کرنے لگتے ہیں۔

اس کے برخلاف اسلام نے اگرچہ اغنیاء پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے لیکن زکوٰۃ لینے والوں سے کہا ہے کہ یہ تمہاری غیرت کی نفی ہے کہ تم لینے والے بنو اور زکوٰۃ قبول کرو اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور کسی کا محتاج نہ رہے۔ نبی ﷺ نے ہاتھ سے کمانے کی ترغیب دلائی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ : "الکاسب

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

امیر تنظیم اسلامی کی دعوت قرآنی اور امریکہ

امریکہ کے پبلک اسکول جن کا ماحول جدید لادینیت پر مبنی ہے' مسلمان طلباء کو وہاں لباس' افکار' عبادات' اخلاقیات اور دوسرے کئی بڑے مسائل سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا مسلمان نسل کو بربادی سے بچانے کے لئے جن بے شمار مسائل سے گزر کر اسلامی اسکولوں کا قیام عمل میں لایا گیا یہ ایک طویل داستان ہے۔ الحمد للہ آج امریکہ میں درجنوں ایسے اسلامک اسکول قائم ہو چکے ہیں جہاں ہمارے بچے جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم اور ماحول سے بھی بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

اس ضمن میں شکاگو کے مضافات ولا پارک میں واقع اسلامک فاؤنڈیشن اسکول جہاں حالیہ رمضان المبارک میں نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے دورۂ ترجمہ قرآن کرایا اور جس کی بازگشت اب تک سنائی دے رہی ہے' بلاشبہ نہ صرف نارتھ امریکہ بلکہ اپنے بہترین تعلیمی ریکارڈ' نصاب اور خدمات کے عوض اس وقت یورپ اور کئی اسلامی ممالک میں شہرت حاصل کر چکا ہے اور مستقبل قریب میں اسکول میں بورڈنگ کے منصوبہ کی تکمیل کے بعد دوسرے ممالک سے بھی طلبہ داخل کئے جا سکیں گے۔

۱۵ دسمبر ۱۹۲۴ء کو ضلع ہوشیار پور کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہونے والے جناب عبدالحمید ڈوگر صدر اسلامک فاؤنڈیشن' امریکہ کے اسلامی حلقوں کی ایک جانی پہچانی شخصیت اور اسلامک فاؤنڈیشن کو امریکہ کے صف اوّل کے سکولوں کی فہرست میں لا کھڑا کرنے والے ان چند افراد میں سے ایک ہیں جن کا نام اور خدمات اسکول کی تاریخ میں ہمیشہ دہرائے جاتے رہیں گے۔

اسلامک فاؤنڈیشن pre-school سے لے کر ۱۲ گریڈ تک ہے۔ اس اسکول کے تعلیمی نصاب میں اسٹیٹ آف الی نائے (state of Illinois) کے منظور شدہ نصاب میں ریاضی' سائنس' معاشرتی علوم' فزیکل ایجوکیشن' کمپیوٹر سائنس' لائبریری سائنس شامل ہیں جو بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آئی بی ایم کمپیوٹر لیبارٹری' میکنتوش کمپیوٹر لیبارٹری اور سائنس لیبارٹری جدید طرز پر موجود ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر اسلامی تاریخ' عربی زبان' مطالعہ قرآن و حدیث اور اسلامی اخلاق و عبادات سے بچوں کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ بچوں کے اسلامی لباس اور نماز پنجگانہ پر اساتذہ باقاعدہ توجہ دیتے ہیں۔ اساتذہ کی اکثریت امریکن یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہے۔ غیر مسلم اساتذہ بھی موجود ہیں لیکن ان کو اسلامی آداب کا اسکول کی حدود میں پابند ہونا پڑتا ہے' جس میں ستر کے آداب سرفہرست ہیں۔

معزز قارئین! آج آپ کو اس اسکول سے اس لئے متعارف کرایا جا رہا ہے کیونکہ اسکول کے اسلامک اسٹڈیز کے نصاب میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نئی صدی اور اسلامی معاشرے کے تقاضوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اجاگر کرنے والے ریسرچ ورک سے مکمل استفادہ کیا جا رہا ہے۔

آج سے چند ماہ پیشتر میرے ۱۳ سالہ بیٹے حافظ عدنان ہاشم خان نے جو اسلامک فاؤنڈیشن کا طالب علم ہے'

رعنا ہاشم خان

اسکول سے واپسی پر انتہائی جوش کے ساتھ بتایا کہ ہمارے کورس میں ڈاکٹر صاحب کی انگریزی ویڈیوز اور کتب شامل کی گئی ہیں کیونکہ ہمارے اسلامک اسٹڈیز کے استاد برادر مالک کا کہنا ہے کہ انگریزی زبان میں کسی اسکالر نے اب تک اس پائے کا کام قرآن پر نہیں کیا جیسا ڈاکٹر اسرار صاحب نے کیا ہے۔

قدرتی طور پر اس کے بعد میرا اگلا قدم برادر مالک سے مکمل تفصیلات کا حصول تھا۔ آئیے آپ بھی برادر مالک سے ملئے :

"اگر ہم کبھی اندھیروں میں رہ چکے ہوں تو صحیح معنوں میں روشنی کی قدر پہچان سکتے ہیں"۔ لانگ فیلو کے اس قول کی مکمل تفسیر ۴۲ سالہ برادر رینیٹ مالک وہائٹ امریکن نو مسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عنایات کی برسات کی ہے۔ علم و بصیرت کی بنا پر آج سے ۱۸ سال قبل انہوں نے دین حق کو اختیار کیا اور آج اسلام اور مسیحیت کے بارے میں کئے جانے والے سوالوں کا انتہائی اطمینان بخش جواب دیتے ہیں۔ برادر مالک اسلامک فاؤنڈیشن کے ان چند اساتذہ میں سے ایک ہیں جن کے ہاتھوں میں والدین اپنے بچوں کا ہاتھ تھما کر یقیناً مطمئن ہو جاتے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی کے بارے میں برادر مالک کا کہنا ہے کہ :

"اس وقت صرف چند قابل اسکالرز ایسے ہیں جن کا انگریزی زبان میں قرآن پر کیا گیا کام اور دیگر اسلامی تعلیمات قابل ستائش و بھروسہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بھی ان اسکالرز میں سے ایک ہیں' بلکہ میری نظر میں سب سے زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ ان کی قرآن سیریز میرے لئے بہت ممد و معاون ثابت ہوئی ہے' کیونکہ نوجوانوں کو ان کا کام سمجھنے میں بہت گہرائی میں نہیں جانا پڑتا۔ وہ انتہائی سلیقے سے اپنی بات سمجھانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی بہترین مثالیں اور وضاحتیں نوجوانوں کو شرک' ایمان اور خلافت جیسے حساس موضوعات کو سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہیں۔ وہ اعلیٰ درجے کے مصنف اور خطیب ہیں۔ انہیں مخاطبین کو قائل کرنے کا ہنر آتا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے علم بھی عطا فرمایا ہے اور اظہار کا فن بھی۔ اسلامی مبلغ کی حیثیت سے وہ اس وقت بلاشک و شبہ ٹاپ پر ہیں"۔

برادر مالک کا کہنا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شاید اسی لئے اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا تا کہ میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے کام کو امریکہ کے مسلم نوجوانوں تک پہنچا سکوں۔ انہوں نے بتایا کہ اسکول میں 6th گریڈ سے لے کر 12 گریڈ تک بچوں کو ڈاکٹر صاحب کے شرک' ایمان' خلافت' نفاق اور جہاد پر مشتمل نصاب سے بہرہ ور کیا جا رہا ہے۔

مستقبل میں اسلامک فاؤنڈیشن کے سینکڑوں طلبہ جو آج امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے "شاگرد" ہیں' امریکہ کے تاریک ماحول میں روشنی کی کرن ثابت ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)!

تنظیم اسلامی کے تحت منعقد ہونے والی آئندہ تربیت گاہوں کا شیڈول

	تاریخ	برائے	بمقام
☆	۱۸ تا ۲۴ مارچ	مبتدی	سکھر
☆	۲۵ تا ۳۱ مارچ	مبتدی	لاہور (مرکزی دفتر)
☆	یکم تا ۷ اپریل	مبتدی	تیمر گرہ
☆	۶ مئی تا ۱۲ مئی	مبتدی	ٹوبہ ٹیک سنگھ
☆	۲۰ مئی تا ۲۶ مئی	ملتزم	لاہور (مرکزی دفتر)
☆	۱۷ تا ۲۳ جون	مبتدی/ملتزم	اسلام آباد

اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت

امت کی ۱۴ سو سالہ تاریخ میں جہاں بھی کسی منظم جدوجہد کے لئے جماعت سازی کی ضرورت پیش آئی وہاں ہمیشہ بیعت ہی کے طریقے کو اختیار کیا گیا۔ خواہ معاملہ حکومت بنانے کا ہو' یا اسلامی اصولوں کو نظامِ حکومت میں دوبارہ رائج کرنے کا ہو' تزکیہ نفوس اور اصلاح باطن کا مسئلہ ہو یا مسلمانوں کے علاقوں کو غیر مسلموں سے آزاد کرانے کی جدوجہد ہو' ہر بار افراد کو جمع کرنے اور منظم کرنے کے لئے صرف بیعت کا طریقہ اختیار کیا گیا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے' تو میں نے تنظیم اسلامی بیعت کی بنیاد پر قائم کی ہے۔ تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے جو بیعت ہے اس کے الفاظ ایک مستند حدیث سے لئے گئے ہیں۔ یعنی بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر یثرب سے آنے والوں نے حضور ﷺ سے جن الفاظ میں بیعت کی' انہی الفاظ کو ایک تبدیلی کے ساتھ ہم نے اختیار کیا ہے۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ اس حدیث کے الفاظ میں ایک حزب اللہ قائم کرنے کے لئے پورا منہج اور طریقہ کار موجود ہے' یعنی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت کو قائم کرنے کا پورا نقشہ اس حدیث سے مستنبط کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کوئی جماعت بنا رہے ہیں تا کہ سماجی سطح پر فلاح و بہبود کا کام کیا جا سکے تو کسی بھی قسم کا دستوری ڈھانچہ اختیار کیا جا سکتا ہے' لیکن جہاں معاملہ ہو ایک انقلابی جماعت کے قیام کا' جسے غیر معمولی نظم اور اندرونی ہم آہنگی درکار ہوتی ہے' تو یہ جماعت صرف بیعت کی بنیاد پر قائم ہونی چاہئے۔

پیش نظر حدیث حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے روایت کی گئی ہے' اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ بیعت کے الفاظ ایسے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے ذریعے تنازعات کے تمام دروازے بند فرما دیئے ہیں۔ عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں:

((بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَ الْمَنْشَطِ وَ الْمَكْرَہِ وَ عَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا وَ عَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَةَ لَائِمٍ)) متفق علیہ

''ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے' خواہ آسانی ہو یا مشکل' خواہ ہماری طبیعت آمادہ ہو یا ہمیں اس پر جبر کرنا پڑے اور خواہ دوسروں کو ہمارے اوپر ترجیح دے دی جائے۔ ہم اصحاب اختیار سے جھگڑیں گے نہیں' لیکن سچ بولیں گے جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے' اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے پروا رہیں گے''۔

ڈاکٹر اسرار احمد

غور کیجئے کہ جہاں بھی کوئی اجتماعی جدوجہد ہو رہی ہو اور کسی خاص مسئلے پر فیصلہ کرنا پڑے تو بے شمار آراء سامنے آتی ہیں' اور بہت سے مختلف بلکہ متضاد حل پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن قائد کو صرف ایک ہی فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے مواقع پر جن ارکان کی رائے کے مطابق فیصلہ ہو جائے وہ اس پر عمل کرنے میں انشراح اور آمادگی محسوس کریں گے' اور جن کی مرضی یا رائے کے خلاف فیصلہ ہو جائے وہ عمل درآمد کے معاملے میں انقباض محسوس کریں گے۔ حضور ﷺ نے تنازعات اور نظم کی خلاف ورزی کے اس امکان کو اس طرح ختم کیا کہ صحابہؓ سے یہ عہد لے لیا کہ وہ ہر حال میں اطاعت کریں گے' خواہ جو حکم انہیں ملا ہو وہ اس سے سو فیصد متفق ہوں یا نہ ہوں' خواہ حکم پر عمل کرنے میں وہ دل کی آمادگی پائیں یا انہیں اپنی طبیعتوں پر جبر کرنا پڑے۔

اسی طرح اصحابِ اختیار کو مقرر کرنے کا معاملہ بھی ایسا ہے کہ جہاں بہت سے اختلافات ابھر سکتے ہیں۔ اگر کسی باصلاحیت مگر نووارد رکن کو کسی اہم عہدے پر فائز کر دیا جائے تو پرانے اراکین میں ناراضگی پیدا ہو سکتی ہے۔ تنازع کے اس دروازے کو بند کرنے کے لئے حضور ﷺ نے صحابہؓ سے یہ عہد لیا کہ مختلف عہدے یا ذمہ داری کے مناصب دینے کے معاملے میں کل اختیار میرا ہو گا' اور یہ کہ وہ لازماً سمع و طاعت کی روش پر قائم رہیں گے خواہ وہ یہ محسوس کریں کہ دوسروں کو ان پر ترجیح دی جا رہی ہے۔

یہ بات نہایت اہم ہے کہ ''سمع و طاعت'' کی اصطلاح سے غیر معمولی نظم کا جو نقشہ ذہنوں میں ابھرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک اسلامی انقلابی جماعت کے ارکان بلا سوچے سمجھے اور اپنے ذہن اور عقل و فہم کی صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ کر امیر کی اطاعت کرتے رہیں گے۔ ان کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ جس بات کو حق سمجھتے ہوں اس کا برملا اظہار کریں' اور امراء کے طرز عمل یا حکمت عملی میں کوئی غلط شے دیکھیں تو اپنی زبانوں پر تالے ڈال کر نہ بیٹھے رہیں۔ چنانچہ بیعت کے الفاظ میں ہے کہ ''اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا كُنَّا'' (ہم سچ کہیں گے جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے)۔ ظاہر ہے کہ بیعت کی بنیاد پر تنظیم بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آخری فیصلے کا اختیار ایک فرد کے پاس ہو گا' یعنی تمام بحث و تمحیص اور گفتگو اور مشاورت ہو جانے کے بعد جب فیصلے کا وقت آئے گا تو یہ فیصلہ ووٹوں کی گنتی سے نہیں بلکہ امیر کی مرضی سے ہو گا۔

تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے بیعت کے جو الفاظ اختیار کئے گئے ہیں اس کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ایک شخص شعوری طور پر یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر وہ اللہ سے اپنے تمام سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور مستقبل میں گناہوں سے اجتناب کا پختہ وعدہ کرتا ہے۔ دوسرے حصے میں وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ ہر اس شے کو چھوڑ دے گا جو اللہ کو ناپسند ہے' اور یہ کہ وہ اس کے راستے میں مقدور بھر جدوجہد کرے گا' اپنے مال سے بھی اور جان سے بھی' تا کہ اس کے دین کو قائم کیا جا سکے۔ تیسرے حصے میں وہ تنظیم اسلامی کے امیر کے ساتھ یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کے تمام احکام کو سنے گا اور ان پر عمل کرے گا' بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ یہ آخری شق' یعنی اطاعت ''فی المعروف'' ہو گی نہ کہ مطلق' وہ اضافہ ہے جو ہم نے بیعت عقبہ ثانیہ کے الفاظ میں کیا ہے۔

بیعت کی تاکیدی اہمیت

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَةٌ مَاتَ مِیْتَةً جَاہِلِیَّةً))

(صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' عن عبداللہ بن عمر)

''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا''۔

یعنی ایسا شخص حقیقی معنوں میں ایک مسلمان کی موت نہیں مرا۔ یہ حدیث بالکل واضح ہے' لیکن ہم میں سے اکثر لوگوں

(باقی صفحہ ۲ پر)

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس کی تشہیری مہم کے سلسلے میں لاہور شرقی کی سرگرمیاں

۲۸ جنوری ۲۰۰۱ء کو ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل خلافت کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں اس تنظیم کے نقباء و رفقاء نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ مذکورہ کانفرنس کی تشہیر اور عوامی رابطے کے سلسلے میں نقیب اسرہ ٹیک سوسائٹی جناب شاہد اقبال نے دن رات ایک کر دیا۔ ان حضرات کو تنظیم ھذا کے رفقاء کے علاوہ ایک سالہ کورس کے لئے آئے ہوئے طلبہ کا بھی خصوصی تعاون حاصل رہا۔ محترم ڈاکٹر عارف رشید صاحب کی سرکردگی میں اس کانفرنس کے حوالے سے راقم نے جس طرح منصوبہ بندی کی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے' جس میں دوسری تنظیم اور حلقوں کے رفقاء کے لئے بھی ایک ترغیب اور رہنمائی موجود ہے۔

تشہیری مہم کے سلسلے میں ای میل کے ذریعے ۲۴ ہزار افراد کو کانفرنس کے دعوت نامے ارسال کئے گئے جب کہ چوبیس ہزار سے زائد ہینڈ بل فیصل ٹاؤن مارکیٹ' خالد مارکیٹ' حفیظ سنٹر' فردوس مارکیٹ' شادمان مارکیٹ' مین مارکیٹ گلبرگ' لیک روڈ مارکیٹ' مین مارکیٹ ماڈل ٹاؤن' لبرٹی مارکیٹ' فورٹریس سٹیڈیم' اردو بازار' فوڈ سٹریٹ گوالمنڈی اور گرین ٹاؤن مارکیٹ میں تقسیم کئے گئے۔

اسی طرح ایف سی کالج' گورنمنٹ کالج' ایم اے او کالج' اسلامیہ کالج سول لائنز' سکالر کالج' ایجوکیشن کالج' پاکستان لاء کالج' قائداعظم لاء کالج' این سی ای ایس کالج' آپٹیک' پیٹرومین' پنجاب کالج آف کامرس' نائیکون' فاسٹ' آئی ایل ایم' الکتاب سکول سسٹم میں ایک سالہ کورس کے طلبہ نے ہینڈ بل اور دعوت نامے تقسیم کئے۔ اس کے علاوہ خصوصی طور پر پی سی او' بنکوں' سرکاری اداروں' حجام کی دکانوں' جنرل سٹوروں اور ہسپتالوں میں ڈاکٹر حضرات کو بھی ہینڈ بل اور دعوت نامے بھیجے گئے۔

علاوہ ازیں بادشاہی مسجد' جامع مسجد منصورہ' جامع مسجد قرآن اکیڈمی' منہاج القرآن' اتفاق مسجد' جامعہ اشرفیہ' جامعہ رحمانیہ' جامع مسجد اے بلاک' لال مسجد شادمان مارکیٹ' میں تقریباً آٹھ ہزار ہینڈ بل تقسیم کئے۔ اس موقع پر شرقی تنظیم نے حلقہ کی طرف سے ملنے والے ہینڈ بلوں کے علاوہ آٹھ ہزار ہینڈ بل خود بھی طبع کروا کے تقسیم کئے۔ گاہے بگاہے اخبارات میں بھی ہینڈ بل رکھوانے کا انتظام کیا جاتا رہا۔ ہال اور اسٹیج کی تزئین و آرائش کے ناظم شوکت عبدالرؤف صاحب تھے۔ سٹیج پر موجود مہمانوں کی تواضع بھی انہی کے ذمے تھی۔ مختلف علاقوں سے رفقاء و احباب کو کانفرنس میں لے جانے کے لئے چار ویگنیں بک کی گئیں۔ اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کی تمام گاڑیاں بھی لاہور شرقی کے زیر اہتمام رفقاء و احباب کو کانفرنس میں پہنچانے کے لئے استعمال کی جاتی رہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان سب حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین (رپورٹ: عبدالمتین مجاہد)

اسرہ قرآن کالج کی ماہانہ میٹنگ

رفقائے تنظیم اسلامی اسرہ قرآن کالج کی ماہانہ میٹنگ ۲۴ جنوری ۲۰۰۱ء بروز بدھ کو قرآن کالج ہاسٹل میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ محمد ندیم نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی۔

بعد ازاں نقیب اسرہ نے ایک حدیث مبارکہ کی روشنی میں ایک خوبصورت لیکچر دیا اور اسی حوالے سے رفقاء کو درپیش مسائل کے متعلق بتایا اور مختصر سا باطنی جائزہ لیا گیا۔

پھر نقیب اسرہ پروفیسر مسعود اقبال صاحب نے مرکز کی طرف سے دیئے گئے یک نکاتی ایجنڈے کے حوالے سے معلومات فراہم کیں اور خود اپنی اور اپنے عزیز و احباب کی بھرپور شمولیت پر توجہ دلائی۔

علاوہ ازیں پروفیسر نوید احمد عباسی نے بھی ایک حدیث مبارکہ پیش کی جس کی روشنی میں چند مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا۔ میٹنگ میں شرکت فرمانے والوں کے نام درج ذیل ہیں۔

کرم داد خان بلوچ، پروفیسر نوید احمد، محمد ندیم، عمران علی، عاطف زبیر، محمد اشرف شکوری، اسد اکرام، فصیح الرحمٰن، غفور احمد، محمد فواد، محمد انس، محمد صابر، فخر نور اور محمد مسعود۔

(رپورٹ: کرم داد خان بلوچ)

حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

مبتدی رفیق مسرت شاہ کی دعوت پر سرحد پراونشل کواپریٹو بنک لمیٹڈ نوشہرہ اور انجمن امداد باہمی کے ضلعی دفتر نوشہرہ میں دو الگ الگ پروگرام منعقد کئے گئے۔

کواپریٹو بنک میں ناظم دعوت جناب قاضی فضل حکیم نے ''عبادت رب'' پر تفصیل کے ساتھ لیکچر دیا' جس میں موضوع کا مکمل مفہوم شرکاء کے سامنے واضح کیا اور موضوع کے محدود تصور کے نقصانات بیان کئے۔ عبادت رب کے رائج تصور اور قرآنی تصور کو شرکاء کے سامنے تفصیلاً واضح کیا۔ بیان کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔

انجمن امداد باہمی کے ضلعی دفتر میں ''منہج انقلاب نبوی'' کو ناظم دعوت نے نہایت مفصل طریقے سے بیان کیا اور منہج انقلاب نبویؐ کے برپا کرنے کا طریقہ واضح کیا۔ بیان کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ (رپورٹ: مسرت شاہ)

حلقہ سرحد جنوبی کی دعوتی سرگرمیاں

۲۸ جنوری ۲۰۰۱ء بروز اتوار صبح پونے دس بجے سات افراد پر مشتمل ایک جماعت خورشید انجم کی امارت میں پشاور کے قریب واقع ایک گاؤں ''ناصر پور'' کے لئے روانہ ہوئی۔ ہمارے ایک رفیق طارق محمود وہاں پہلے ہی سے ہمارے منتظر تھے۔ وہاں پہنچنے پر وہ ہمیں ''مسجد سرور شاہ'' لے گئے۔ دوپہر ساڑھے بارہ بجے طے شدہ پروگرام کے مطابق رفقاء کی تین چھوٹی جماعتیں بنائی گئیں، جنہیں تین مختلف مساجد میں بھیجا گیا۔

۱۔ ''مسجد سرور شاہ'' میں خورشید انجم نے ''قرآن اور فکر آخرت'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ یہاں سامعین کی تعداد تقریباً پندرہ تھی۔

۲۔ دوسری جماعت کو ناصر پور سے متصل ایک گاؤں ''ماسمہ'' کی ایک مسجد میں بھیجا گیا جہاں غلام مقصود صاحب نے ''قرآن مجید کے حقوق'' کے حوالے سے لوگوں کے سامنے بات رکھی۔ سامعین کی تعداد ۲۰ تھی جن میں اکثریت پڑھے لکھے نوجوانوں کی تھی۔

۳۔ تیسری جماعت کو ناصر پور کی ''گلشن مسجد'' میں بھیجا گیا جہاں پر بھائی ذاکر شاہ نے ''فکر آخرت'' کے حوالے سے لوگوں کے سامنے بات رکھی۔ یہاں پر بھی سامعین میں اکثریت نوجوانوں کی تھی جن کی تعداد ۱۲ کے لگ بھگ تھی۔

ان تینوں پروگراموں میں تقریباً ۴۵ سے ۵۰ افراد تک ہماری بات پہنچی۔ ان پروگراموں کے بعد تمام رفقاء ''مسجد سرور شاہ'' میں اکٹھے ہوئے جہاں پر دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ اس دوران بھائی نظام اللہ اور سمیع اللہ ہمراہ دو احباب کے بھی تشریف لے آئے۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد بھائی خورشید انجم نے رفقاء کو لٹریچر کا دوبارہ مطالعہ کروایا، اور تقریباً پونے چار بجے پروگرام کے مطابق رفقاء کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تقسیم کر کے مختلف مساجد کی طرف بھجوا دیا گیا۔ نماز عصر کے بعد چار مساجد میں ''بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر گفتگو کی گئی۔

مسجد سرور شاہ میں سمیع اللہ نے گفتگو کی جبکہ مسجد گلشن، مسجد بلال اور ماسمہ کی مسجد میں بالترتیب محمد شعیب، غلام مقصود اور خورشید انجم نے گفتگوئیں کیں۔ ان تمام گفتگوؤں کے آخر میں سامعین کو دعوت دی گئی کہ بعد از مغرب ''سنیار مسجد'' میں ہمارا آخری خطاب ہوگا جس میں آپ ضرور شرکت فرمائیں۔

لہٰذا بعد از نماز مغرب حسب پروگرام خورشید انجم نے سامعین کے سامنے تفصیل کے ساتھ تنظیم اسلامی کی دعوت رکھی۔ (رپورٹ: محمد عمران)

Now, in the light of Qur'anic revelations, let us see what is happening around us. Is there any oppression being committed anywhere in the world? Are people being forcibly uprooted from their hearths and homes? Are the homes and land of some been coercively occupied? If the answer to these questions is in affirmative, then who are these people being oppressed? Is there anything common among them? The answer is a big YES. The common denominator between them is that they are Muslims. Have not Palestinians been forcibly evicted from their land, which is occupied by Israel with the active assistance and support of America and the United Kingdom? Has Kashmir not been occupied by the Indian military against the wishes of its people, and with complete disregard of promises given to them for self-determination? What has happened in Bosnia in the name of ethnic cleansing? Kosovo is yet another example where the entire Muslim population was driven out from their land or mercilessly killed, and the battle for forcible occupation of Chechnya is still going on. What would the so called civilized world, the enlightened intelligentsia and the "free" media would call these happenings if they were committed against non Muslims? When will they wake up? No, it is not that they are not aware of it. They know it all fully well. Their silence on the atrocities on the Muslims is deliberate, for when they wanted to act on the demands of the Christians of East Timor, they got them independence in a separate land in no time. Our misfortune is that we have forgotten the advice of Allah, which says:

- O YOU who have attained to faith! Do not take the Jews and Christians for your allies: they are but allies of one another - and whoever of you allies himself with them becomes, verily, one of them. (5: 51)
- You will certainly find that the most hostile people against the believers are the Jews and the one who ascribe partners to Allah. (5: 82)

Hence, the simple and obvious message for the Muslim *Ummah* is to unite and fight for their rights and freedom, for no-one will come to their rescue and offer them peace and tranquility. It is to their advantage that it is enjoined upon them by Allah to pursue the cause of their freedom, which He calls as His own cause. No wonder the non-believers have given it the name of terrorism and militancy and are trying hard to degrade the exalted term *"Jihadi"* to give a derogatory connotation. But they should know that for those who believe in the Hereafter no cost is too high to follow the command of Allah to fight against oppression.

بقیہ : گوشۂ خلافت

حبیب اللہ)) "روزی کمانے والے اللہ کا دوست ہے"۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی ہاتھ کی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے زرہیں بناتے تھے، خزانہ کو اپنی ملکیت نہ سمجھتے تھے۔ آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ : "اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے" آپ نے زکوٰۃ کو میل کچیل قرار دیا ہے اور خود اپنے آپ پر اور اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی وصولی سے مستثنیٰ کر لیا ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس کے ایک معزز مقرر

جناب ایڈمرل (ر) افتخار احمد سروہی کا خلافت کانفرنس پر تبصرہ

January 30, 2001

Dr. Israr Ahmad
Convener Tehreek e Khilafat Pakistan
Khilafat Building, 4-A Mazang Road
Lahore

Dear Dr. Israr Ahmed Sahib

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Please accept my heartiest congratulations for arranging such an impressive and successful conference. It was most gratifying to note the disciplined conduct of such a large gathering. Unthinkable in our environ.

Despite my indisposition since the middle of last month I considered your invitation to speak at the conference a great honour. I devoted a great deal of time and effort in preparing the speech as this subject is very close to my heart. I see no alternative for redeeming our honour and dignity. Either it comes about or Islamic countries will face greater tragedy.

I was invited to speak at 1718 and the Maghrib prayers was at 1735 so the proceedings stopped before that time for Maghrib. While I learned from others I did not contribute to the proceedings commensurate with effort I made and that of my conviction. I am enclosing a copy of my speech for yourreference.

With respectful regards
Yours Sincerely
Admiral ®Iftikhar A. Sirohey
Chief Executive,
Foundation for Advancement of Engineering Sciences and Advanced Technologies, Islamabad.

Vol : 10 Regd. CPL No.127 No.7
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

THE QUR'AN ON JIHAD

By: Muhammad Ishrat Hussain, Karachi.

Lately, *Jihad* and its consequences on the present day world order have been the subject of discussion in the press. Since *Jihad* is a specifically Islamic subject and has the status of worship, it is vital that its meaning and scope is understood in the light of Qur'anic teaching and the practice of *Rasul Allah* (PBUH) - especially in a country which calls itself Islamic and has a population over 90% of which are Muslims.

Literally speaking, *Jihad* means struggle and /or striving in the cause of Allah and includes killing and being killed in His way. It encompasses the whole of the life of a believer and can be divided into three major segments:

1) Against the enemies of Allah and His religion - Islam
2) Against Satan
3) Against the evil inclinations of one's inner self *(Nafs-e-ammarah)*.

Jihad can be exercised physically, through the use of wealth, the pen, speech, and even by migration. Thus it will be clear that its scope is very wide. In the present day context, however, the discussion is dominated by only one aspect of it - *Qital*. It is this aspect, which generally attracts criticism by non-believers, and restricts it to the mundane consideration (e.g. nationalism) by believers.

The injunctions on *Jihad* and *Qital* are so numerous and lucid in the Qur'an that they leave no doubt or ambiguity in the minds of believers about the sprit behind this very clear command. This is such an important tenet of Islam that the subject of *Jihad* is mentioned in 28 verses and that of *Qital* in 34 verses. It is not the intention to copy here all the Qur'anic verses on the subject, but only a few will be quoted to explain the scope of the injunctions:

- And fight in God's cause against those who wage war against you, but do not commit aggression - for, verily God does not love the aggressors. (2: 190)
- And slay them wherever you may come upon them, and drive them away from wherever they drove you away - for oppression is even worse than killing. (2: 191)
- Hence, fight against them until there is no more oppression and all worship is devoted to the God alone. (2: 193)

Reading the above three verses together one can see very clearly that the underlying sprit of *Qital* is to curb and eradicate oppression, wherever it arises in the way of Allah. Any believer who has the means and strength to stand up and resist oppression is commanded in very unequivocal terms to fight against it until it is quelled. There is so much emphasis on this command that one should ponder the strong words used in condemning oppressors.

It is easy to draw at least five distinct messages from the verses referred to above:

First, aggression and oppression must be resisted with full force. Short of initiating aggression Muslims are directed to crush oppression with everything under their command. This is because God does not love aggressors.

Second, Slay the oppressors wherever they raise their head. Here the important point to note is that waging of *Qital* is not restricted to oppression against one's own self but is incumbent upon believers to fight against oppression wherever it is committed.

Third, to drive out the oppression from where they have driven you out. Again, this is a very clear instruction that believers are commanded to drive out oppressors from their place of abode. Individual and collective freedom can only be preserved in this way.

Fourth, that oppression (*fitna*) is worse than killing. We should first get clear the meaning of *fitna*. There is no exact equivalent of this word in the English Language. It can be described as the creation of disorder and mischief for which perhaps the word oppression is a suitable substitute, as used in most English translations.

This brief sentence stresses the need of *Qital* against oppression explaining that the latter is far worse than the former. That is, while it is accepted that killing is evil, yet it is enjoined to crush a bigger evil. Here the important thing for the believers to note is that it is a command of Allah where there is no room to find excuses to avoid *Qital* to suit one's wishes and expedience.

Fifth, is to keep on fighting against oppression until it is completely eliminated. The sign of its eradication is given as that all worship is devoted to Allah. Hence there is no compromise to cease the battle against this (*fitna*) half way. Any oppression has to be removed in such a way that the Rule of Allah is seen to apply everywhere.

As for recompense, there are rewards for all worships and good deeds. But the reward for *Qital* is supreme. Those who sacrifice their lives in the cause of Allah get an exalted eternal life immediately, and are called martyrs (*shaheed*). To quote from the Qur'an here are two verses on the subject:

- And say not of those who are slain in God's cause, "they are dead": nay they are alive, but you perceive it not. (2: 154)
- But do not think of those are slain in God's cause as dead. Nay they are alive! With their Sustainer have they their sustenance. (3: 169)